سے واقف ہوں تو ان کی راست گفتاری اور راست کرداری کو شائع کر دیں۔ تاکہ بددیانتی اور خودپرستی کے مقابلے میں حق پرستی اور دیانت داری کا معیار ایسی قابلِ رشک مثالوں سے دنیائے اردو میں اپنی موجودہ سطح سے بہت بلند ہو جائے جس کی شدید ضرورت ہے۔

میں نے قارئین سے یہ التجا اس لیے کی ہے کہ مجھے تجربہ اور یقین ہے کہ کوئی اول درجے کا ادیب بھی اپنے آپ کو غلطیوں سے مبرّا نہیں سمجھ سکتا لیکن اس امر کے ثبوت ملنے مشکل ہیں ——کہ معاصرین میں سے واقعی کتنے ادیبوں کو اس انسانی کمزوری کے اعتراف کے مواقع حاصل ہوئے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ادیب کی زندگی کا مقصد دنیا میں حقیقتوں کو تلاش کرنا اور دنیا والوں ——کو ان سے روشناس کرانا ہے ان پر پردہ ڈالنا یا اپنی شخصیت کو حقیقت پر فوقیت دینا نہیں اس ضمن میں مولانا عرشی کی یہ تحریر یاد رکھنے کے قابل ہے:۔

"میں بہرحال انسانی سہو و نسیان کو ایک پائیدار اور رواں دواں حقیقت مانتا ہوں اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ خدا نے اپنے فیض کے سوتے بند نہیں کیے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب کچھ لکھتا ہوں اپنے مخلص احباب سے خواہش کرتا ہوں کہ مجھے اغلاط پر متنبہ کریں اور خدا نے انھیں جو علم عطا کیا ہے اس کی زکوٰۃ اس طرح ادا کریں کہ نئی معلومات سے میں بھی بہرہ یاب ہو جاؤں۔"

(مکتوب مؤرخہ ۱۷ر جون ۱۹۴۶ء)

مولانا عرشی کے مزاج کی حق پسندی کا تجربہ صرف مجھی تک مخصوص نہیں بلکہ اردو ادب سے ذوق رکھنے والے دیگر حضرات کا بھی یہی تجربہ اور واقفیت ہے اس کا اندازہ یوں ہوگا کہ مختارالدین احمد آرزو کے علم میں یہ امر نہ تھا کہ دستورالفصاحت پر مذکورہ تبصرہ دراصل مولانا عرشی کی فرمائش ہی کی تعمیل میں لکھا گیا ہے اور وہ نہ صرف یہ کہ طباعت سے پہلے اسے ملاحظہ فرما چکے ہیں، بلکہ انھیں کی کوشش سے یہ رسالۂ برہان دہلی میں شائع بھی ہوا ہے، چنانچہ آرزو صاحب نے اس لاعلمی کی بنیاد ہی پر میرا تبصرہ برہان میں پڑھ کر مجھے تحریر کیا: